ابوبکر رازی کی۔ تیسرے یہ کہ نفس حادث اور مخلوق ہے۔ یہ رائے ہندوؤں' عیسائیوں' یونانیوں میں سے ارسطو اور اکثر مسلمان علماء و حکماء کی ہے۔ غزالی بھی ابنِ سینا کے تتبع میں نفس کو حادث مانتے ہیں[۲۰] اور خصوصاً قرآن کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ﴿ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۝ ﴾ (الحجر ۱۵ : ۲۹) یعنی "جب میں اسے صورتِ انسانیہ میں درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا"۔ یہاں جسم کے ایک خاص کمالِ مطلوب تک پہنچنے کے بعد اس میں نفخ روح' نفس کے حادث ہونے کی واضح دلیل ہے۔ علماء اسلام اس کے علاوہ بھی دیگر بہت سی آیات اور احادیث سے حدوثِ نفس پر استدلال کرتے ہیں۔[۲۱]

رہا یہ سوال کہ نفس' بدن سے پہلے حادث ہوا یا بعد میں؟ تو اس بارے میں غزالی کی رائے یہ ہے کہ نفس بدن کے بعد حادث ہوا۔ بلکہ اُس وقت حادث ہوا جب بدن کمال کے ایک خاص معیار تک پہنچ گیا اور اس میں قبولِ نفس کی صلاحیت پیدا ہوگئی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر نفس ایک بدنِ معین کے لئے مختص ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مادے کی ایک خاص استعداد ہوتی ہے' لہٰذا حدوثِ نفس کے لئے یہ کافی نہیں کہ اس کے لئے ایک خاص بدن ہو جس میں وہ حادث ہو' بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بدن کمال کے ایک خاص مرحلے تک پہنچے تاکہ اس میں قبولِ نفس کی صلاحیت پیدا ہوجائے۔[۲۲]

نفس مادی ہے یا رُوحانی؟

امام غزالی نفس کی روحانیت کے قائل ہیں اور اس کے لئے ان کا استدلال یہ ہے کہ نفس محلِ معقولات ہے' قوتِ تجرید رکھتا ہے' اس میں بلاواسطہ ادراکِ ذات کی صلاحیت ہے' یہ بدن کے تابع نہیں' بدن تغیر پذیر ہے جبکہ نفس ایسا نہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نفس کی جو خصوصیات ہیں وہ بدن کی خصوصیات ہو ہی نہیں سکتیں۔ نیز وہ اپنی اس رائے کے حق میں اخلاقی اور شرعی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔[۲۳]

وہ کہتے ہیں کہ نفس نہ جسم ہے نہ عرض' نہ اس کے لئے حرکت تسلیم کی جاسکتی ہے نہ سکون اور نہ رنگ و ذائقہ اور طول و عرض' البتہ اس کے لئے علم' قدرت' حیاۃ اور ارادہ وغیرہ کو تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ وہ افلاطون اور اپنے پیش رو مسلمان فلاسفہ ابنِ سینا'

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

فارابی اور کندی کی طرح یہ سمجھتے ہیں کہ نفس ایک جوہر ہے قائم بذاتہٖ، جو متعلق بالبدن ہے اور یہ تعلق تصرف و تدبیر کا ہے نہ کہ حلول کا۔

بقاء و فناءِ نفس

موت کے وقت بدن کے ساتھ کیا نفس بھی فانی ہو جاتا ہے؟ اس بارے میں قدیم ادیان و فلاسفہ میں بھی اختلاف ہے۔ ارسطو فناءِ نفس جبکہ افلاطون خلودِ نفس کا قائل ہے۔ انہی کے تتبع میں مسلم حکماء میں سے الفارابی اور ابنِ رشد کا رجحان فناءِ نفس کی طرف جب کہ کندی، ابنِ سینا اور غزالی کا رجحان بقاءِ نفس کی طرف ہے۔ غزالی نے خلودِ نفس کے حق میں نہ صرف عقلی دلیلیں دی ہیں بلکہ ان کے نزدیک قرآن و سنت سے بھی اس نقطۂ نظر کا اثبات ہوتا ہے۔

اس بارے میں غزالی کے عقلی استدلال کا خلاصہ یہ ہے: (۲۴)

(۱) نفس بدن کا حصہ (جزءٌ لا یتجزی) نہیں، بلکہ وہ بدن سے الگ جوہر قائم بذاتہٖ ہے، لہٰذا جسم کے ساتھ فنا نہیں ہو سکتا۔

(۲) نفس میں فناء کی علت و صلاحیت موجود ہی نہیں۔

(۳) نفس چونکہ بسیط ہے جسم مرکب نہیں، لہٰذا اس میں قوتِ فساد موجود ہی نہیں۔

(۴) نفس کی طبیعت روحانی ہے مادی اور بدنی نہیں، کیونکہ وہ عالم امر سے ہے اور بدن کے ساتھ اس کا تعلق تدبیر و تصرف کا ہے۔

(۵) انسانی خواب اس امر کا ثبوت ہیں کہ نفس سوتے وقت بدن سے الگ ہو جاتا ہے اور عالمِ علوی سے مرتبط ہو جاتا ہے اور رؤیائے صادقہ کا سبب بنتا ہے۔

جہاں تک شرعی دلائل کا تعلق ہے تو غزالیؒ کئی قرآنی آیات، مثلاً:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ... ﴾ (۲۵)

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ........ ﴾ (۲۶)

اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے بعد مقتولین بدر سے خطاب کیا تھا جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ تو مردے ہیں؟ اس پر آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ تم سے بھی بہتر سنتے ہیں، لیکن جواب نہیں

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

دے سکتے۔(۲۷)

نفس کی ماہیت اور نوعیت پر غزالی کی آراء جان لینے کے بعد اب ہم اس بحث کے دوسرے مرحلے یعنی احوال نفس یا فعلیت نفس کے بارے میں غزالی کی آراء سے استفادہ کریں گے، لیکن یہ موضوع چونکہ بہت وسیع ہے لہٰذا ہم اس بحث کو تزکیۂ نفس یعنی تعمیر شخصیت اور علاج شخصیت کے قریب رکھنے کی کوشش کریں گے۔

○ تعمیر شخصیت

تعمیر شخصیت کے عنوان سے ہم یہاں اس امر پر غور کرنا چاہتے ہیں کہ غزالی کے نزدیک انسانی شخصیت کیسے بنتی اور وجود میں آتی ہے اور کیوں کر اس میں حسن و قبح کے رنگ آتے ہیں اور یہ کہ متوازن شخصیت کیا ہوتی ہے؟

اس بحث کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ غزالی وقائع نفسیہ کو تین انواع میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک الحیاۃ النزوعیۃ یعنی نشاطِ حرکی (جبلتیں اور محرکات)، دوسرے الحیاۃ الوجدانیہ یعنی نشاطِ وجدانی (جذبات و میلانات) اور تیسرے الحیاۃ الادراکیہ، یعنی نشاطِ عقلی (عقل و ادراک)۔ نفسیاتی اصطلاح میں انہیں قوتِ محرکہ اور مدرکہ کہا جاسکتا ہے۔ ان تینوں فعلیتوں یا نشاطات کے نتیجے میں انسانی افعال وجود میں آتے ہیں۔ ان افعال کی تکرار سے عادتیں بنتی ہیں اور عادات کے نتیجے میں شخصیت کوئی ڈھب اختیار کرتی ہے۔

۱۔ نشاطِ حرکی:

نشاطِ حرکی میں جو چیز اہم ہے وہ محرکات و میلانات ہیں۔ محرکات کی اصل جبلتیں ہیں جن میں سرفہرست کھانے اور جنس کی جبلت ہے۔ (غزالی ان دو جبلتوں کو اپنے عہد کی اصطلاح کے مطابق قوۃ شہوۃ یا شہویہ کہتے ہیں)۔ میلانات میں اہم غلبہ، ملکیت اور مل کر رہنے کے میلانات ہیں۔ محرکات کی اہمیت یہ ہے کہ زندگی کی ساری رنگینی، بلکہ بقاء کا انحصار محرکات پر ہے اور ان کی عدم موجودگی میں زندگی کا استمرار ممکن ہی نہیں، مثلاً ایک مریض دیکھتا ہے کہ کھانا موجود ہے، عقلاً وہ جانتا ہے کہ کھانا اسے تقویت دے گا، اس کے ہاتھ موجود ہیں جو لقمہ اٹھا کر منہ تک لے جاسکتے ہیں، لیکن وہ یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیتا ہے کہ "مجھے بھوک نہیں"۔ بلکہ صحت مند آدمی کو بھی اگر بھوک نہ لگے تو وہ

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

ڈھنگ سے کھانا نہیں کھائے گا"۔ (۲۸)

انواعِ محرکات :

آج کل محرکات اساسی اور ثانوی یا فطری اور مکتسب ہونے کے حوالے سے زیر بحث آتے ہیں۔ اساسی اور فطری محرکات وہ ہیں جنہیں انسان فطری اور موروثی طور پر اپنی پیدائش کے وقت ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے جس سے اصلاً غرض فرد اور اس کی نوع کی بقاء ہے۔ ثانوی یا مکتسب محرکات وہ ہیں جو انسان اس دنیا میں آکر علم، تجربے اور تربیت سے سیکھتا ہے، گو ان کی فطری اساس بھی موجود ہوتی ہے۔ اس تقسیم کی بجائے غزالی کے ہاں محرکات کی اپنی کئی تقسیمیں ہیں۔ انسانی طبیعت اور فطرت کے لحاظ سے وہ انہیں بہیمیہ، سبعیہ، شیطانیہ اور رہبانیہ میں تقسیم کرتے ہیں۔ بہیمیہ سے مراد جانوروں جیسے میلانات ہیں، مثلاً جیسے معدے اور جنس کی بھوک مٹانا۔ اس سے جو استعدادات اور اخلاقی عادات بنتی ہیں وہ ہیں بے حیائی، خباثت، فضول خرچی، بخل، فحش گوئی، حرص ولالچ اور خوشامد وغیرہ۔ سبعیہ سے مراد درندوں جیسے میلانات ہیں، مثلاً بغض وعداوت وغیرہ۔ اس سے غصہ، غلبہ اور استحصال جیسی عادتیں بنتی ہیں۔ شیطانیہ سے مراد وہ میلانات ہیں جو بہیمیہ اور سبعیہ کے یکجا ہونے سے بنیں، جن سے حیلہ، مکر، فریب اور دغابازی جیسے اخلاق پروان چڑھتے ہیں۔ رہبانیہ سے مراد وہ میلانات ہیں جن کے مطابق انسان اپنے اندر الوہی صفات کا طلبگار بنے، جیسے کبر، فخر، مدح پسندی، حب جاہ اور حب بقاء ودوام اور اس کے ساتھ ہی حب علم وحکمت اور یقین۔ (۲۹)

غزالی کے تزدیک انسانی محرکات کی ایک تقسیم اس کی بقاء کے حوالے سے ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) میلانات فردیہ، جن پر انسانی بقاء کا انحصار ہے، یعنی طعام اور جنس اور اس سے متفرع ہونے والے دوسرے میلانات، جیسے حب دنیا، حب جاہ اور حب ملکیت (۲) میلانات اجتماعیہ، جیسے خاندان، قبیلہ اور معاشرہ میں مل جل کر رہنا۔ یہ میلانات بقاء فرد کے بنیادی میلان کے بعد دوسرے نمبر پر آتے ہیں۔ (۳) میلاناتِ عالیہ جن میں حب خیر، علم جمالیات اور دینی حقائق وغیرہ شامل ہیں جو زندگی میں حسن اور کمال کا لوازمہ ہیں۔ (۳۰)

محرکات کی ایک تقسیم غزالی نے ان کے اہداف ومقام کے لحاظ سے کی ہے اور

© rasailojaraid.com

محرکات کو دو قسموں میں شمار کیا ہے۔ ایک وہ جو باعث امورِ دینیہ ہیں اور دوسرے وہ جو سبب "ھویٰ" ہیں۔ اس تقسیم کا باعث غزالی کا یہ نظریہ ہے کہ انسانی سرشت میں بیک وقت دو رجحانات موجود ہوتے ہیں' ایک وہ جو حیوانی ہوتے ہیں اور ان پر عمل انسان کو حیوانیت سے قریب لے جاتا ہے اور دوسرے وہ جو مَلکی ہوتے ہیں اور جن پر عمل انسان کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔ غزالی کا کہنا ہے کہ اوّل الذکر میلانات انسان کو حیاتِ صالحہ اور طاعات پر اُکساتے ہیں اور ان کا سبب عقل کا صحیح استعمال ہے۔ یہ انسان کے اندر خوف و رجاء اور دیگر اخلاقِ حسنہ مثلاً شکر' صبر' توکل' محبت وغیرہ ابھارتے ہیں۔ ھویٰ ان سب چیزوں کے برعکس قوّتِ شہوۃ و غضب کی عکاس ہے' جسے ہم نفسِ امارہ بھی کہہ سکتے ہیں اور جس میں سارے حظوظ الدنیا شامل ہیں۔ قرآن میں ان کی تعداد کہیں سات ہے ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ﴾ (۳۱) کہیں پانچ ﴿ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ﴾ (۳۲) کہیں دو ﴿ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ﴾ (۳۳) اور کہیں اسے محض ایک یعنی ھویٰ کے جامع لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے ﴿ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴾ (۳۴) جسے ہم حب دنیا بھی کہہ سکتے ہیں اور جس میں حب طعام و جنس اور تملک کے علاوہ ہر قسم کی فانی شہوات و لذات شامل ہیں۔ (۳۵)

جبلی تقاضے اور تعمیر شخصیت :

یہاں اہم سوال یہ ہے کہ مذکورہ جبلی تقاضوں کو کس طرح پورا کیا جائے کہ وہ تعمیر شخصیت میں معاون ہوں؟ غزالی کی رائے یہ ہے کہ جبلی تقاضوں کو ہر قیمت پر پورا کرنا یا ان تقاضوں کی نفی کرنا یہ دونوں طریقے غلط' نقصان دہ اور انتہا پسندی پر مبنی ہیں' کیونکہ پہلے طریقے پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان' حیوان بن جائے اور دوسرے طریقے پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتہ بننے کی کوشش کرے۔ حالانکہ اصلاً نہ وہ حیوان ہے اور نہ فرشتہ' بلکہ انسان ہے' کیونکہ اللہ نے اسے علم' ارادے اور اختیار سے نوازا ہے جن سے کہ حیوانات اور فرشتے دونوں محروم ہیں۔ لہٰذا اس کی بہتری اس میں ہے کہ نہ وہ ان جبلی تقاضوں کو ہر قیمت پر پورا کرے کہ ان کا غلام بن جائے اور نہ نفس کشی کے

© rasailojaraid.c

راستے پر چل پڑے کہ ان کو پورا کرنے سے انکار کردے، بلکہ اسے چاہیئے کہ وہ ضبط سے کام لے اور افراط و تفریط کے درمیان اعتدال کا راستہ اختیار کرے۔

وہ کہتے ہیں کہ انسان جب تک زندہ ہے یہ جبلی تقاضے تو اس کے ساتھ لگے رہیں گے۔[۳۶] ان سے تو پیغمبر بھی پاک نہیں تھے چہ جائیکہ کوئی دوسرا انسان۔[۳۷] لہٰذا ان کی نفی کرنے کی بجائے ان کو کمزور کرنا چاہیئے تاکہ انسان ان پر غالب آجائے (نہ کہ وہ اس پر غالب آجائیں۔) اور آخرت کی کامیابی کے راستے پر چلتے ہوئے ان سے کام لے۔ ان تقاضوں کے پورا کرنے پر جسم کی بقاء اور صحت کا دارومدار ہے اور آخرت کی کامیابی کا دارومدار بھی اس پر ہے کہ جسم قوی اور معتدل رہے تاکہ آخرت کے سفر میں انسان کے کام آئے[۳۸] جس کا زادِ راہ صحیح علم و عمل اور جس کی منزل وصول الی اللہ ہے۔ غزالی کہتے ہیں کہ وصول الی اللہ کا عظیم ہدف ہر وقت انسان کے سامنے رہنا چاہیئے تاکہ اسے احساس رہے۔ [illegible] کی جبلت اللہ نے اس لئے اس کے اندر نہیں رکھی کہ وہ جانوروں کی طرح محض لذت حاصل کرے، بلکہ اس لئے رکھی کہ کھا کر وہ قوت حاصل کرے جو عبادات و طاعات میں اس کے کام آئے اور نکاح کرے تاکہ نہ صرف نسل انسانی کا سلسلہ جاری رہے بلکہ اسے پاک دامنی اور صالح معاشرت بھی میسر آئے۔[۳۹]

خلاصہ یہ کہ غزالی کی رائے ہے کہ جبلی تقاضوں کو دبانے یا ان کی نفی کرنے کی بجائے ضبط سے کام لے کر انہیں کمزور اور معتدل بنایا جائے تاکہ انسان دینوی اور اُخروی ترقی میں ان سے مدد لے نہ کہ ان کا غلام بن کر رہ جائے (اگرچہ بعض اوقات اپنی صوفیانہ تحریروں میں وہ اس توازن کو کھوتے محسوس ہوتے ہیں اور ان محرکات کی مذمت کرنے میں شدت برتتے ہیں۔ اس کی وجہ صوفیانہ اثرات کی شدت کے علاوہ غالباً یہ بھی ہے کہ تربیت کے نقطۂ نظر سے وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اگر یہ جبلی تقاضے غلط طریقے سے انسانی شخصیت پر حاوی ہو جائیں تو ان کے دفعیہ اور تدارک کے لئے ان کو پوری قوت اور شدت سے مخالف سمت میں دھکیلنا پڑے گا ورنہ یہ انسان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔) اس کا طریقہ ان کے نزدیک مجاہدۂ نفس ہے تاکہ حیوانی تقاضے کمزور پڑ جائیں اور ملکی یا روحانی تقاضے زور پکڑ جائیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ حیوانی تقاضوں اور طاقتوں کو اعلیٰ مقاصد اور ارفع اقدار میں تبدیل کر دیا جائے۔ مجاہدۂ نفس کے ذریعے یہ

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

مقصد کیسے حاصل کیا جائے؟ غزالی کے نزدیک اس کے چار طریقے ہیں : ایک ارادے کی تقویت' دوسرے اعمال صالحہ بجالانا اور ان کو پختہ عادات بنالینا' تیسرے فارغ اوقات کو جائز اور مفید کاموں میں صرف کرنا اور چوتھے عبادات' جن کا صحیح طریقے سے بجالانا قلب کی اصلاح کے لئے اکسیر کا کام دیتا ہے۔[۴۰]

نشاطِ وجدانی :

انسانی افعال کے نتیجے میں انسان یا تو خوش ہوتا ہے یا ناخوش' اسے یا تو لذت ملتی ہے یا الم۔ اس قسم کے تاثرات اور ردودِ افعال کو انفعالات کہا جاتا ہے جیسے خوف اور غصہ۔ اس طرح ان افعال کا محرک یا تو محبت اور شوق ہوتا ہے یا نفرت و حقارت' جنہیں عواطف یا جذبات کہا جاتا ہے۔ (مسلم فلاسفہ و ماہرین علم النفس عواطف کی بجائے عموماً عشق' ھویٰ یا میول کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔) انسان کی حیاتِ وجدانی انہی انفعالات و عواطف کے مجموعے کا نام ہے۔ غزالی اسے عموماً قوتِ غضبیہ کا نام دیتے ہیں۔

© rasailojaraid.c

○ انفعالات

خالص فنی لحاظ سے دیکھا جائے تو خوشی اور سرور بھی انفعالات ہیں لیکن علماء نفس عموماً خوف و غضب اور قلق کو انفعال کہتے ہیں جن کا نتیجہ اضطراب اور اختلال ہوتا ہے۔ نفس انسانی کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس اضطراب کا مقابلہ کرے اور اسے کنٹرول کرنے کی کوشش کرے تاکہ انسانی سلوک (behaviour) میں اختلال واقع نہ ہو۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو انفعالات بھی بھوک اور پیاس جیسے جسمانی محرکات کی طرح اہم محرک ہیں جو انسانی سلوک پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

عناصرانفعال :

انفعال کا انحصار تین عناصر پر ہوتا ہے۔ ایک مؤثر یا مہیج دوسرے انسان کی نفسیاتی' عقلی اور شعوری کیفیت اور تیسرے وہ ردعمل جو ظہور پذیر ہوتا ہے۔ مؤثر یا مہیج خارجی بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے کسی درندے یا سانپ پر نظر پڑ جانا اور داخلی بھی ہوتا ہے۔ جیسے کسی مالی یا بدنی نقصان کا اندیشہ اور خوف۔ اپنے اثرات کے لحاظ سے مؤثر یا مہیج کے شدید یا نرم ہونے کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ وہ انسانی زندگی کی بقاء پر کس حد تک اثرانداز

© rasailojaraid.c

ہوتا ہے۔ چنانچہ انسان عام طور پر اس وقت غضب یا خوف کا شکار ہوتا ہے جب معاملہ اس کی روزی، رہائش اور سلامتی سے متعلق ہو۔[41] جہاں تک مہیج کے ردعمل کا تعلق ہے تو اس کا انحصار بڑی حد تک انسان کی تعلیم و تربیت اور ماحول و معاشرے پر ہے۔ مثلاً کوئی شخص اگر کسی ایسے معاشرے میں رہتا ہو جہاں اظہارِ غضب اور انتقام لینے کو شجاعت اور مردانگی سمجھا جاتا ہو تو لامحالہ وہ غضب کے اس ردعمل سے متاثر ہوگا۔[42] اسی طرح غصہ اگر کسی ایسے مقتدر اور بااثر شخص کے خلاف آئے جس پر آدمی اظہارِ غضب نہ کر سکے یا انتقام نہ لے سکے تو اس کے نتیجے میں فرسٹریشن (frustration) پیدا ہوتی ہے، دورانِ خون سست پڑ جاتا ہے اور آدمی کا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے۔ اس کے برعکس غصہ اگر ایسے آدمی کے خلاف آئے جس پر آدمی اظہارِ غضب کر سکتا ہو اور اس سے انتقام پر قادر ہو تو اس غصے کے نتیجے میں دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے اور آدمی لال بھبھو کا ہو جاتا ہے۔[43]

© rasailojaraid.com

انسانی رویئے پر انفعال کے اثرات:

انفعال سے جسم، عقل اور بحیثیت مجموعی انسانی رویہ اور سلوک شدید طور پر متاثر ہوتے ہیں، مثلاً شدید غصے کی حالت میں آدمی کا رنگ بدل جاتا ہے، بعض لوگ شدتِ غضب سے کانپنے لگتے ہیں، آدمی کو اپنی گفتگو اور حرکات پر قابو نہیں رہتا، منہ میں جھاگ آ جاتا ہے، گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں، چہرہ لال بھبھو کا ہو جاتا ہے وغیرہ۔ اسی طرح شدید غصے کی حالت میں عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور ذہن کام نہیں کرتا اور آدمی متوازن فیصلہ کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ کیونکہ عقل و فکر کا محل دماغ ہے اور غصے کی حالت میں دل خون کی اتنی زیادہ مقدار دماغ کو بھیجتا ہے کہ اس کی کارکردگی میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور انسان متوازن طریقے سے سوچنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ غزالی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عاملوں کو خط لکھ کر نصیحت کی تھی کہ وہ غصے کی حالت میں کبھی فیصلہ نہ کریں اور نہ کسی کو سزا دیں۔ بلکہ جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو پھر فیصلہ کریں۔[44] جہاں تک انفعالات کے انسانی رویئے پر اثر انداز ہونے کا تعلق ہے تو امام غزالی کا موقف یہ ہے کہ انفعالات کا متوازن ردعمل انسانی زندگی کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ اگر کسی انسان پر کوئی شخص یا جانور حملہ کر دے تو اس وقت اُس کا غصے میں

© rasailojaraid.com

آنا اور اپنی مدافعت کرنا فطری اور صحیح ردِ عمل ہے۔ اور ایسا نہ کرنا نہ صرف سببِ ضیاعِ زندگی ہے، بلکہ غیر فطری ہے۔ چنانچہ وہ امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں کہ جسے غصے کے جائز محل پر بھی غصّہ نہیں آتا وہ انسان نہیں حیوان ہے اور بے حمیت ہے، جو ظاہر ہے کہ نقص اور عیب کی بات ہے۔ (۴۵)

انسانی رویئے پر انفعالات کے اثر انداز ہونے کے حوالے سے غزالی کہتے ہیں کہ اس کا انحصار انفعال کی شدت سے ہے، وہ معتدل بھی ہو سکتا ہے اور افراط و تفریط پر مبنی بھی۔ انفعال کے افراط کو وہ مضر قرار دیتے ہیں خواہ بظاہر وہ کتنا ضروری، مطلوب اور مقدس ہی کیوں نہ ہو، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ خوفِ خدا بھی اگر حد سے بڑھ جائے تو نقصان دہ ہے اور اس سے انسانی رویہ غیر متوازن ہو جائے گا۔ خوف کی کثرت لامحالہ یاس اور قنوطیت کو جنم دیتی ہے، عمل میں رکاوٹ بنتی ہے، جسمانی کمزوری اور مرض کا سبب بنتی ہے، دہشت اور زوالِ عقل کا موجب ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے موت تک واقع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح وقتی اور غیر دیرپا خوف کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ ایسا خوف انسانی سلوک پر مستقل نوعیت کے اچھے اثرات پیدا نہیں کرتا، مثلاً اچھا اور مؤثر وعظ سنا تو خوفِ خدا سے رونا آگیا۔ لیکن بعد میں وہی غفلت چھا گئی اور انسان خدا سے غافل ہو کر اس کے احکام کی نافرمانی میں لگ گیا۔ غزالی کے نزدیک خوفِ خدا کا صحیح روپ یہ ہے کہ وہ افراط و تفریط پر مبنی نہ ہو، بلکہ معتدل اور مثبت ہو، جو انسان کو عمل پر ابھارے، طاعات پر اکسائے، معاصی سے روکے، ماضی کی کوتاہیوں کی تلافی کرے اور اس کے مستقبل کو سنوارے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ سے صحیح ڈرنے والا وہ نہیں جس کی آنکھیں روئیں، بلکہ وہ ہے جو ترکِ معصیت پر قادر ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ خوفِ خدا کا معتدل اور مثبت منہج انسان کو ایک طرف شہوات و لذات اور تکبر و حسد و نفرت وغیرہ پر کنٹرول سکھاتا ہے تو دوسری طرف انسان میں ذکر و فکر، عبادات اور تقویٰ کے رجحانات کو فروغ دیتا ہے۔ (۴۶)

علاجِ انفعالات :

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان انفعالات کا علاج ممکن ہے؟ غزالی کا موقف اس معاملے میں اعتدال پر مبنی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ رویّہ بھی غلط ہے کہ انفعالات سرے سے ہی ختم ہو جائیں، کیونکہ یہ انسانی فطرت اور حکمتِ تخلیق ہی کے خلاف ہے۔

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ انفعالات میں کوئی تبدیلی لائی ہی نہیں جا سکتی۔ اس کے برعکس ان کی رائے یہ ہے کہ تربیت سے انفعالات کو حدود میں رکھا جا سکتا ہے اور کنٹرول کیا جا سکتا ہے، مثلاً غصے کے علاج کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ اس کا علاج ممکن ہے۔ غصہ آنے سے پہلے اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی غصہ آنے کے اسباب اور اس پر قابو پانے کے طریقے جان لے اور ان پر عمل کرے۔ اگر غصہ آجائے تو اس کے دو علاج ہیں، ایک علمی اور دوسرا عملی۔ علمی علاج یہ ہے کہ :

۱) انسان ان آیات و احادیث کو ذہن میں لائے جن میں حلم اور غصہ پی جانے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

۲) انسان اپنے آپ کو اللہ کے عذاب کے خوف سے ڈرائے۔

۳) انسان اپنے نفس کو سمجھائے کہ اس غصے کا نتیجہ دشمنی اور انتقام ہی تو ہوگا۔

۴) انسان یہ سوچے کہ غصے کی حالت میں آدمی کی شکل بگڑ کر جانوروں اور درندوں جیسی ہو جاتی ہے اور پاکیزہ چہرے والے اولیاء و صلحاء اور انبیاء حلیم ہوتے ہیں۔

۵) آدمی یہ سوچے کہ آخر اسے کون سی چیز انتقام پر اکسا کر اس کے وقار کو ملیا میٹ کر رہی ہے۔

۶) آدمی خود کو سمجھائے کہ اسے غصہ تو ہتک احکامِ الٰہیہ پر آنا چاہیئے نہ کہ اپنی مرضی کے خلاف امور کے وقوع پر۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو یہ گویا اپنی مرضی کو مرضات اللہ سے اولیٰ قرار دینے کے برابر ہے۔ (۴۷)

جہاں تک غصے کے عملی علاج کا تعلق ہے تو یہ قولی بھی ہے اور فعلی بھی۔ قولی علاج یہ ہے کہ آدمی اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم اور دوسری آیات کا مسلسل ورد کرے یہاں تک کہ اس کا دھیان غصے سے ہٹ جائے۔ اس سے بھی اگر غصہ رفع نہ ہو تو اگر وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہے تو کھڑا ہو جائے یا لیٹ جائے۔ اسی طرح ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا غسل کرے تو اِن شاء اللہ اس کی غصے والی حالت جاتی رہے گی۔ (۴۸)

اس عملی علاج کی حکمتیں ذرا ذہن میں رہنی چاہئیں۔ تعوذ پڑھنے سے ایک تو اس امر کا استحضار ہو جائے گا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیئے۔ پھر غصہ ذہن کی ایک خاص ہیجانی اور اضطراری کیفیت کا نام ہے، اگر اس سے دھیان کسی طرح

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ہٹ جائے تو یہ کیفیت بدل جائے گی۔ آیات کے مسلسل ورد سے آدمی کا دھیان ان آیات اور اُن کے مفہوم کی طرف ہو جاتا ہے اور وہ اس ہیجانی کیفیت سے نکل آتا ہے۔ کھڑے ہونے کی صورت میں بیٹھنے اور بیٹھے ہونے کی صورت میں کھڑے ہونے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اس سے جسمانی حالت میں تغیر واقع ہوتا ہے اور انفعال جس قسم کا بھی ہو ایک خاص ذہنی و جسمانی حالت کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر اس حالت سے نکل آیا جائے تو وہ انفعال خود بخود کمزور ہو جائے گا' لہٰذا غصے کی حالت میں بھی جسمانی پوزیشن بدلنے سے غصے کا کم ہونا قابل فہم ہے۔ بیٹھنے اور لیٹنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ غصے کی وجہ سے جسم میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے اور حرارت حرکت سے پیدا ہوتی ہے' لہٰذا حرکت چھوڑ کر بیٹھ جانا یا لیٹ جانا گویا حرکت کو ترک کرکے امن اور سکون کی طرف لوٹ جانا ہے جس سے دورانِ خون کی تیزی اور دماغ کی طرف خون کا دباؤ کم ہو جائے گا جس سے غصہ کم ہو گا۔ لیٹ جانے میں ایک اور حکمت بھی پوشیدہ ہے کہ اس سے آدمی کو اپنی اصل اور انتہاء یاد آجاتی ہے کہ وہ مٹی ہی سے پیدا ہوا ہے اور اب مٹی ہی پر لیٹا ہوا ہے اور کل بھی قبر کی مٹی ہی میں جا کر لیٹنا ہے۔ یہ احساس جب بھی شعور کی گرفت میں آئے گا تو اس شخص کا غصہ لامحالہ جاتا رہے گا۔ ٹھنڈے پانی سے وضو اور غسل کرنے میں بھی حکمت پوشیدہ ہے' اور وہ یہ کہ جس طرح جسمانی حالت میں تغیر سے غصہ ٹھنڈا پڑتا ہے اسی طرح باطنی حالت میں تغیر بھی ضروری ہے۔ اور جوں ہی باطنی حالت میں تغیر ہو گا غصہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جائے گا۔ ٹھنڈے پانی سے جسم اور جسمانی اعضاء کو دھونے سے وہ آگ جو شیطان نے لگائی تھی' بجھ جاتی ہے' دورانِ خون سست ہو کر نارمل ہونے لگتا ہے اور دماغ پر ہیجان و اضطراب میں کمی واقع ہوتی ہے اور اس طرح غصے کے کم ہونے میں مدد ملتی ہے۔

اس تشریح سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ غزالی کس دقّتِ نظر سے نفسی امراض کا جائزہ لیتے اور علاج تجویز کرتے ہیں۔

(جاری ہے)

مراجع و مصادر

۱) یہ رائے ابن خلکان اور شبلی کی ہے۔

© rasailojaraid.

© rasailojaraid.

۱) علامہ سمعانی نے کتاب الانساب اور فیومی نے مصباح میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۳) سبکی، طبقات شافعیہ، ۴ : ۱۰۷، قاہرہ ۱۳۲۴ھ

۴) ابن عساکر تبیین، کتاب المفتری، ص ۲۹۴، ۲۹۵، طبع لائیڈن، تحقیق Mehren

۵) شبلی نعمانی، الغزالی، ص ۴۶ وما بعد، طبع اسلامی اکادمی، لاہور

۶) عبدالکریم العثمان، سیرۃ الغزالی واقوال المتقدمین فیہ، ۲۰۲ وما بعد، طبع دار الفکر بدمشق

۷) غزالی، احیاء علوم الدین، ۳ : ۲، ۱، عیسیٰ البابی الحلبی، ۱۳۷۷ھ

۸) غزالی المنقذ من الضلال، اردو ترجمہ از مولانا محمد حنیف ندوی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۴۶، لاہور ۱۹۷۱ء

۹) غزالی، احیاء، ۳ : ۴۲

۱۰) غزالی، الرسالہ اللدنیہ، ص ۷۔ نیز کیمیائے سعادت، ص ۵۰۳، در العقود اللآلی من رسائل الامام الغزالی، المطبعۃ المحمودیہ التجاریہ، القاھرہ

۱۱) نفس کی تعریف کے لئے دیکھئے قشیری، الرسالہ، ص ۵۷، محمد علی صبیح و اولادہ، قاھرہ، ۱۳۶۷ھ

۱۲) غزالی، معارج القدس، ص ۱۰، طبع فرج اللہ الکردی، القاھرہ، ۱۳۲۷ھ

۱۳) غزالی، الاحیاء ۳ : ۲

۱۴) غزالی، معراج السالکین، ص ۱۳، در فوائد اللآلی، طبع فرج اللہ الکردی، القاھرہ، ۱۳۴۴ھ

۱۶) غزالی، الرسالہ اللدنیہ، ص ۲۳ در العقود اللآلی و الاحیاء ۲ : ۵۲

۱۷) غزالی، الاحیاء، ۳ : ۴ و معراج السالکین، ص ۱۷۴

۱۷) غزالی، کیمیائے سعادت، ص ۵۱۰

۱۸) غزالی، معراج السالکین، ص ۲۵

۱۹) غزالی، مقاصد الفلاسفہ، ص ۲۷۶، دار المعارف، مصر، ۱۹۶۱ء

۲۰) غزالی، معراج السالکین، ص ۲۴

۲۱) دیکھئے مثلاً : ابن قیم، کتاب الروح، ص ۲۱۔۲۱۸، طبع محمد علی، القاھرہ، ۱۳۶۹ھ

۲۲) غزالی، المعارج، ص ۱۱۴، ۱۱۵

۲۳) غزالی، الرسالہ اللدنیہ، ص ۹، ۲۵، نیز المعارج ۲۰، ۲۱، ۳۴

۲۴) غزالی، المعارج، ص ۱۲۸۔۱۳۱، معراج السالکین، ص ۳۷

۲۵) آل عمران ۳ : ۱۶۹

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

۲۶) البقرہ ۲ : ۱۵۴

۲۷) متفق علیہ

۲۸) الاحیاء' ۴ : ۱۱۱

۲۹) الاحیاء ۳ : ۱۰' ۱۱ و ۴ : ۱۵' ۱۶

۳۰) الاحیاء ۴ : ۲۸۹' ۲۹۱

۳۱) آل عمران ۳ : ۱۴

۳۲) الحدید ۵۷ : ۲۰

۳۳) محمد ۴۷ : ۳۶

۳۴) النازعات ۷۹ : ۴۰

۳۵) غزالی' الاحیاء ۳ : ۲۱۴' ۲۱۷' ۲۲۶ و ۴ : ۲۲۲

۳۶) غزالی' الاحیاء ۳ : ۲۹

۳۷) غزالی' الاحیاء ۳ : ۵۵

۳۸) غزالی' الکیمیا' ص ۵۰۴

۳۹) غزالی' المعارج ۴ : ۶۵

۴۰) غزالی' الاحیاء ۳ : ۱۵

۴۱) غزالی' الاحیاء ۳ : ۱۶۵ و ۴ : ۱۶۴

۴۲) غزالی' الاحیاء' ۳ : ۱۶۳ و مابعد

۴۲) غزالی' میزان العمل' فرج اللہ الکردی' القاہرہ' ۱۳۲۸ھ : ۱۳۲

۴۴) غزالی' الاحیاء' ۳ : ۱۶۲

۴۵) غزالی' الاحیاء' ۳ : ۳۳۳' و ۴ : ۱۰۹

۴۶) غزالی' الاحیاء' ۴ : ۱۵۴

۴۷) غزالی' الاحیاء' ۳ : ۱۶۹

۴۸) غزالی' الاحیاء' ۳ : ۱۷۰

عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

خَیرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ

”تم میں بہتر وہ ہے جس نے خود قرآن سیکھا اور اسے دوسروں کو سکھایا“

© rasailojaraid.

دینِ ابراہیمؑ اور ریاست اسرائیل(۶)

تالیف : عمران این حسین ـــــــ اردو ترجمہ : سید افتخار احمد

بابِ پنجم

محمدؐ اور ابراہیمؑ کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کا) میثاق ـــــ قرآنی نظریہ

جب ابراہیم علیہ السلام نے مکّہ میں اللہ تعالیٰ کے گھر کعبہ کی تعمیر اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی مدد سے مکمل کرلی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کی کہ وہ ان (ابراہیم علیہ السلام) کے خاندان کے اس حصّہ میں سے جو وہ مکّہ میں چھوڑ کر جارہے ہیں (یعنی ان کے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے) ایک پیغمبر مبعوث فرمائے۔ چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ابراہیم علیہ السلام سے منفرد نوعیت کا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھنے والا کوئی اور پیغمبر اس منفرد انداز سے مشرف نہیں ہوا۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ایک بیٹے کے لئے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اسمٰعیل علیہ السلام انہیں عطا کردیا :

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ○ ﴾

(الصّٰفّٰت ۳۷ : ۱۰۰، ۱۰۱)

”اے رب! بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا۔ پھر خوشخبری دی ہم نے اس کو ایک بیٹے (اسمٰعیل علیہ السلام) کی جو ہوگا تحمل والا۔“

دوسری دفعہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خاندان کے اس حصّہ میں سے جسے وہ مکہ میں چھوڑ کر جارہے تھے (اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو)، ایک پیغمبر کے لئے دعا کی :

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ ﴾

(البقرۃ ۲ : ۱۲۹)

”اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرما، جو ان پر تیری آیتیں (وحی) پڑھے، ان کو کتاب اور حکمت سکھائے، اور ان کو پاک کرے۔ بے شک تو ہی بہت زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔“

© rasailojaraid